انتقاد

وحدتِ اُمت

جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے "وحدت اُمت" اور "اختلافاتِ اُمت اور اُن کا حل" کے عنوانات پر دو تقریریں فرمائی تھیں۔ یہ رسالہ جناب مفتی صاحب کی اِن دو تقریریں پرمشتمل ہے۔ جسے مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف نے مکتبہ المنبر لائل پور سے شائع کیا ہے۔

جناب مولانا مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ "مجھے عنوان یہ دیا گیا ہے کہ اُمتِ اسلامیہ ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے، یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح اور ناقابلِ انکار حقیقت ضرور ہے، مگر ہمارے حالات، واقعات دنیا کو اس کے خلاف یہ دکھلا رہے ہیں کہ یہ اُمت ایک ناقابل اجتماع تشتت ہے۔"

اس "ناقابل اجتماع تشتت" کو مفتی صاحب موصوف نے یوں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں سیاسی، نسبی، پیشہ ورانہ اور امیر غریب کے تو جھگڑے ہیں ہی، لیکن "زیادہ افسوس اس کا ہے کہ دین اور خدا پرستی غیروں کو اپنا بنانے اور نسبی، نسلی، وطنی اور لسانی تفرقوں کو ہٹانے ہی کا نسخۂ اکسیر تھا۔ آج وہ بھی ہمارے لئے جنگ وجدل اور عداوتوں اور جھگڑوں کا ذریعہ بن گیا۔ جس نے پوری ملّت کو دینی و دنیوی ہر اعتبار سے ہلاکت کے غار میں دھکیل دیا۔ اس سے بچنے کا کوئی علاج نظر نہیں آرہا۔ ہماری ہر تنظیم تفریق اور ہر اجتماع افتراق کا سامان بہم پہنچاتا ہے اور یہی وہ روگ ہے جس نے ملتِ اسلامیہ کو اس عظیم الشان عددی اکثریت کے باوجود پس ماندہ بنایا ہوا ہے .... ہمارے علماء، اہلِ فکر ونظر اپنے جزوی اور فروعی

اختلافات اور بہت سے غیر ضروری مسائل میں ایسے اُلجھ گئے کہ اُن کو اسلام کی سرحدوں پہ ہونے والی یلغار کی گویا خبر ہی نہیں ......"۔

جناب مولانا مفتی صاحب نے اِن اختلافات کے اسباب بیان فرما کر اُنہیں دُور کرنے کی راہِ فکر و عمل بتائی ہے اور علمائے کرام سے اپیل کی ہے کہ وہ باہم نہ لڑیں جھگڑیں اور متحد ہو کر الحاد و بے دینی اور تحریف قرآن و سنت کے مقابلے کے لئے اپنے زورِ زبان اور زورِ قلم کو وقف کر دیں۔ اور امید ظاہر کی ہے کہ "اگر حضرات علماً اس طرف متوجہ ہو گئے اور کام شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ان ینصر اللہ ینصرکم (یعنی اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا) آنکھوں سے پورا ہوتا ہوا مشاہدہ کریں گے"۔

جناب مفتی صاحب نے اپنی ان تقریروں میں دو بڑے سبق آموز واقعات بیان فرمائے ہیں۔ ایک واقعہ حضرت سید مولانا انور شاہ صاحب کا ہے۔ وہ ایک جلسے میں قادیاں میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ وہاں اُن کو مفتی صاحب نے ایک صبح نمازِ فجر کے وقت سر پکڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے دیکھا، وجہ پوچھی تو اُنہوں نے فرمایا کہ یوں ہی عمر ضائع کر دی۔ جب مفتی صاحب نے اس کی وضاحت چاہی تو حضرت سید مولانا انور شاہ صاحب نے فرمایا:۔

"ہماری عمر کا، ہماری تقریروں کا، ہماری ساری کدوکاوش کا خلاصہ یہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پہ حنفیت کی ترجیح قائم کر دیں........ اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی؟ ...."

اسی سلسلے میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ "تو جس چیز کو نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں نہ محشر میں، اسی کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی، اپنی قوت صرف کر دی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی، مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسائل متفقہ تھے، اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیائے کرام لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پہ فرض کی گئی تھی، آج یہ دعوت تو نہیں دی جا رہی۔ یہ ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں....... اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیئے تھا، وہ پھیل رہے

ہیں .... لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی وفروعی بحثوں میں "

دوسرا اہم واقعہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس اللہ سرہ کا ہے، مفتی صاحب نے اسے یوں نقل کیا ہے :-

" مالٹہ کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشاء دارالعلوم (دیوبند) میں تشریف فرما تھے۔ علماء کا مجمع سامنے تھا۔ اس وقت فرمایا کہ " ہم نے تو مالٹہ کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں .... میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پہ غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے، ایک اُن کا قرآن کو چھوڑ دینا اور دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کردوں کہ قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے، بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی بستی میں قائم کئے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پہ عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پہ برداشت نہ کیا جائے "

جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس امر پہ بڑے رنج و الم کا اظہار کیا ہے کہ اسلام کی دعوت نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ کل انسانوں کو ایک کرنے کی تھی۔ اور " اسلام نے ایک ایسی وحدت کی طرف دعوت دی جس میں تمام انسانی افراد بلا کسی مشقت کے شریک ہو سکتے ہیں۔ .... مگر اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ ایک عقیدہ اور نظریہ ہے جو زبانوں پہ جاری اور کتابوں میں لکھا ہوا ہے، لیکن جب اپنے گرد و پیش ہی نہیں، بلکہ مشرق و مغرب کے انسانوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اس کے برعکس یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ ملت ایک تفرقہ ہے، جس میں اجتماع کا امکان دُور دُور نہیں۔ وہ ملت جس نے دنیا کے تمام انسانوں کو ایک خدا کی اطاعت پہ جمع کر کے ایک برادری بنانے کی دعوت دی تھی .... آج وہ ملت ہی طرح طرح کے تفرقوں میں مبتلا، ایک دوسرے سے بیزار اور برسرِ پیکار نظر آتی ہے ....."

مفتی صاحب نے ان تفرقوں کا تجزیہ فرمایا ہے، اور اُن کا علاج بھی تجویز کیا ہے۔ سب سے

پہلے تو اُن کا یہ ارشاد ہے کہ نظری مسائل میں اختلاف رائے ایک فطری اور طبعی امر ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ امور انتظامیہ کے علاوہ غیر منصوص یا مبہم معاملات، حلال و حرام، جائز و ناجائز میں بھی صحابہ کرام اور تابعین میں اختلاف رائے تھا۔ اس لئے ہمارے ہاں جو بعض مسائل میں نظری اختلافات پائے جاتے ہیں، اُن کی بنا پر گروہ بندی اور ایک گروہ کا دوسرے گروہ کو مردود اور گمراہ قرار دینا غیر مستحسن ہے۔ بے شک صحابہ اور تابعین کے ہاں اختلافات تھے، لیکن "ان اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدل یا سب وشتم، توہین، استہزا اور فقرہ بازی کا تو اُن مقدس زمانوں میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔"

حضرت مفتی صاحب نے اس غیر مستحسن صورت حال کے اسباب بھی بتائے ہیں جن میں سے ایک اُن کے نزدیک یہ ہے: .... خدا اور آخرت سے غفلت اور دوسری قوموں کی طرح صرف دنیا کی چند روزہ مال و دولت اور عزت و جاہ کی ہوس بے لگام ہے"۔ اس کا ظہور سیاست تجارت اور حصولِ مناصب میں بھی ہوتا ہے۔ اور مفتی صاحب کے الفاظ میں "کبھی مذہبی اور دینی نظریات کی آڑ اور مختلف نظاموں کے روپ میں ہمیں ایک دوسرے کے خلاف اہانت کا ذریعہ بن جاتی ہے ...."

جناب مفتی صاحب نے یہ سب باتیں بڑی دردمندی، سوزِ دل اور خلوص سے فرمائی ہیں چنانچہ جہاں تک مسلمانوں کے اُن فرقوں کا تعلق ہے، جن میں مفتی صاحب موصوف کے نزدیک محض فروعی اختلافات ہیں، اُن کو ان اختلافات کے باوجود ایک دوسرے سے قریب آنے کی ان تقریروں میں بہت مؤثر، مدلّل اور قابلِ عمل کرنے والی دعوت دی گئی ہے۔ اس لحاظ سے ان تقریروں کا اس رسالے کی شکل میں شائع کرنا بہت مفید ہے، اور اُمید ہے، اس سے خاطر خواہ نتائج نکلیں گے۔

لیکن وہ فرقے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، اور مفتی صاحب اور اُن کے ہم مسلک علماً اُن سے اپنے اختلافات کو فروعی سے زیادہ اصولی اور بنیادی مانتے ہیں۔ کیا اُن کو وحدتِ اُمت میں شامل کرنے کی بھی کوئی صورت ہے۔ مفتی صاحب نے اس پر روشنی نہیں ڈالی۔ نیز اسلام کی تمام انسانیت کو متحد کرنے کی جو دعوت ہے۔ یہ اتحاد کن اُصولوں پر ممکن ہے۔ اس پر کوئی بحث نہیں کی گئی۔ آج محض اہلِ سنت والجماعت کو اُمت سمجھنا اور اُس کی وحدت پر اکتفا کر لینا اصل مسئلہ نہیں۔ (محمد سرور)